مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ازافادات:
مفکر اسلام مولانا سید داؤد غزنویؒ
(بانی مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان)

﴿فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم﴾ (البقرۃ:۵۹) ''پھر ان ظالموں نے وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی، بدل ڈالی''۔ آج ہر جگہ عید میلاد کی مجلسیں منعقد ہو رہی ہیں اور ماہ ربیع الاول میں تشریف لانے والے مقدس انسان کی یاد کو زندہ رکھنے کیلئے مدح وثنا کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور غناء وسرود کے نغموں میں قصائد مدحیہ پڑھے جا رہے ہیں، کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کی جا رہی ہیں، پھولوں کے گلدستے سجائے جا رہے ہیں، مجلس میں گلاب کے چھینٹوں سے مشامِ روح کو معطر کیا جا رہا ہے۔

لیکن اے کاش کہ جس کی یاد اور محبت میں ہم اپنے گھروں کو مجلسوں میں آباد کرتے ہیں، اس کی جگہ دل کی اجڑی ہوئی بستیوں کو آباد کرتے، پھولوں کے گلدستوں کی جگہ ہم اپنے اعمالِ حسنہ کے مرجھائے ہوئے پھول کو تازہ کرتے اور روشن قندیلوں کی جگہ ہم اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کیلئے چراغِ سنت مصطفویؐ کو تلاش کرتے، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ہماری مجلسیں تاریک ہوتیں، ہمارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب وزینت کا ایک ذرہ بھی نصیب نہ ہوتا، ہماری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، ہماری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کے حوالے سے دنیا ایک حرف بھی نہ سنتی، لیکن ہماری روح کی آبادی معمور ہوتی، ہمارے دل کی بستی نہ اجڑتی اور ہماری زبانوں سے نہیں بلکہ ہماری خصائل حمیدہ، اخلاق کریمہ اور اعمال حسنہ کے اندر ''اسوۂ حسنہ نبویؐ'' کی مدح وثنا کے ترانے اٹھتے، دنیا ہم کو، ہمارے اعمال کو، ہمارے حسن معاملات، شریفانہ عادات مخلصانہ عبادات واطاعات وصدقِ مقالات کو دیکھ کر اعزاز وتکریم کی صداؤں میں پکار اٹھتی کہ یہ خیر الامم ''امتِ مسلمہ'' ہے۔ ﴿کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر﴾ (البقرۃ:۱۱۰) ''تم دنیا کی بہترین امت ہو، جس کو اللہ نے دنیا کی ہدایت کیلئے نمایاں کیا، کیونکہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو''۔

لیکن افسوس! کہ جس کی یاد میں ہم مجلسیں منعقد کر رہے ہیں اور جس کی یاد کا ہماری زبانیں دعویٰ کرتی ہیں، اس کی فراموشی کیلئے تقریباً ہمارا ہر عمل گواہ ہے، اس نے کہا ﴿ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم البینات﴾ (آل عمران:۱۰۵) ''مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور اللہ کے صریح احکام کے ہوتے ہوئے پھر بھی اختلاف کیا''۔

اس نے تفریق وتحزب کو معصیت قرار دیا، لیکن ہم نے اس کو اصل اسلام بنا لیا، اس نے اتحادِ کلمۃ المسلمین کی دعوت دی، لیکن ہم نے افتراقِ بین المسلمین کی بنیادیں استوار کیں، اس نے کہا ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ﴾ (آل عمران:۳۱) ''اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے دعویٰ میں صادق ہو تو میری اطاعت کرو۔ پھر اللہ بھی تم سے محبت کرے گا''۔

لیکن ہم نے سنت پر عمل کرنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا، ہم نے کوشش کی کہ ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے، اللہ کی مسجدوں کے دروازے ان پر بند کر دیئے جائیں۔ اس نے کہا تمہارا اللہ کہتا ہے ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾ (المائدۃ:۳) ''آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام تمہارے لئے پسندیدہ مذہب قرار دیا''۔

لیکن ہم نے دین کے ہر حصے کو ناقص سمجھ کر ایسی ایسی بدعات اسلام میں مذہب کے نام سے رائج کر دیں کہ بدعات اور رسوم سے پاک وصاف اسلام کا پتہ چلانا مشکل ہو گیا اور اصل حقیقت بدعات و رسوم پرستی میں مستور ہو کر رہ گئی، جس کا نتیجہ وہی ہوا جو اس صادق ومصدوق نے فرمایا تھا (ما ابتدع قوم بدعۃ الانزع اللہ عنہم من السنۃ مثلہا) (مسند احمد) ''جو قوم جس قدر بھی بدعات میں مبتلا ہوتی ہے، اسی قدر اللہ ان سے اتباعِ سنت کو اٹھا لیتا ہے''۔

اور یہ اس لئے کہ انسانی جسم کی طرح انسان کے دل اور روح کیلئے بھی خوراک کی ضرورت ہے اور شریعت ربانی اور الٰہی تعلیم ہے، اور یہ کھلی ہوئی حقیقت کہ انسان اگر اپنا کھانا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ سے پیٹ بھر کر کھائے گا تو اپنا کھانا نہیں کھا سکے گا اور اگر کھائے گا تو بہت تکلیف سے اور وہ بھی بسا اوقات اس کیلئے غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوتا ہے اور اگر پیٹ بھر کر نہیں کھایا تو جتنی بھی جگہ دوسرے کے ہاں کھانا کھا کر روک لی ہے اتنی جگہ تو ضرور اس کے اپنے کھانے سے محروم رہے گی، پس اسی طرح جس شخص نے روح اور قلب کو شریعتِ الٰہیہ اور اتباع سنتِ سید المرسلین کی جگہ بدعات ومشرکانہ رسوم سے غذا بہم پہنچائی تو یقیناً جس قدر بھی دوسری غذا جگہ لے گی اسی قدر روح وقلب اپنی اصلی غذا سے محروم رہیں گے اور جس طرح دوسرے کے ہاں سے کھانا کھا لینے کے بعد اپنے کھانے کی طرف انسان کی توجہ اور رغبت باقی نہیں رہتی یا کم ہو جاتی ہے، اسی طرح بدعات ومحدثات کی طرف جس قدر بھی کسی کی طبیعت مائل ہو گئی، اسی قدر وہ اتباعِ سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ سے محروم اور بد ذوق، بے شوق ہو گی، کیونکہ نور ظلمت اور سنت وبدعت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی یا یوں کہیے: جس قدر بھی صبح کی سپیدی نمایاں

ہوتی چلی جائے اور جس قدر سورج کی روشنی پھیکی پڑتی جائے گی، اسی قدر رات کی تاریکی اس دنیا پر پھیلتی چلی جائے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس قدر بھی کوئی شخص اپنی ہمت، کوشش اور توجہ کو خالص سنتِ نبویہؐ کی طرف منعطف کرے گا، اسی قدر اس کا قلب اور اس کی روح بدعت کی ظلمت و تاریکی سے محفوظ و مصئون رہے گی اور جس قدر بھی بدعات و محدثات کا شوق دامن گیر ہوتا چلا جائے گا، اسی قدر سنت کا نور اور شریعتِ الٰہیہ کی روشنی کم ہوتی چلی جائے گی اور یہ اسی کا نتیجہ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ قصائد و غزلیات پڑھنے والے قرآن مجید کے سننے سنانے میں بے شوق ہوتے ہیں، بلکہ بسا اوقات آپ دیکھیں گے کہ قرآن مجید کے درس میں اس مزاج کے لوگوں کی اول تو حاضری ہی بہت کم ہوتی ہے اور اگر آ بھی جائیں تو اس قدر جلد اکتا جاتے ہیں کہ اس سے اگر دس گنا زیادہ وقت بھی قصائد و غزلیات کے سننے میں صرف کرنا پڑے تو پھر اسے شوق و ذوق اور دلچسپی کے ساتھ سنیں گے اور جو لذت وہ گانے بجانے اور غناء و سرود میں محسوس کرتے ہیں، وہ قرآن کی تلاوت یا اس کے درس میں حاضر ہو کر سننے میں نہیں پاتے۔ اسی طرح جو شخص کتاب و سنت کی جگہ فلاسفہ ملاعنہ اور متکلمین متحیرین کی تصنیفات میں اپنی دلبستگی اور اطمینانِ قلب کا سامان پاتا ہے، اس کے دل میں یقیناً علومِ کتاب و سنت اور طریقہ سلف صالحین کی نفرت جاگزیں ہو جاتی ہے اور یہ یہاں تک ترقی کر جاتی ہے کہ بسا اوقات علماء کتاب و سنت کو جاہل اور عاملین طریقہ سلف کو احمق بتانے میں بھی کوئی کوتاہی نہیں کرتے اور بازاری لوگوں کی طرح سلفی العقیدہ حضرات کا تمسخر اڑانا اور ان کی تحقیر و تذلیل کرنا ان کا شیوہ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ حکمتِ اسلام اور حکمائے اسلام (صحابہ کرامؓ، ائمہ دین) کی محبت اور قدر و منزلت ان کے دل سے زائل یا کم ہو جاتی ہے اور اسکی جگہ حکمتِ فلاسفہ یونان اور ان کے خوشہ چین (متکلمین) کی محبت اور عظمت پیدا ہو جاتی ہے، اور اسی طرح جو لوگ اولیاء کرام اور صلحاء امت کی قبروں کی زیارت کیلئے اور ان کے عرسوں میں شامل ہونے کیلئے ہمیشہ سفر کرتے رہتے ہیں اور اس کے عادی ہو جاتے ہیں، وہ اکثر حج بیت اللہ الحرام سے محروم رہتے ہیں، بلکہ بعض کی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ باوجود قدرت و استطاعت کے اگر حج نہ کر سکیں تو طبیعت پر کسی قسم کا ملال نہیں گزرتا، لیکن اگر خواجہ اجمیریؒ یا پیرانِ کلیر کے عرس میں کسی سال شامل نہ ہوں تو ان کو سخت صدمہ ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حج بیت اللہ کی محبت اور عظمت دن بدن ان کے دل سے کم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ اجمیر کے حج کا شوق و ذوق اور اس کی عظمت بڑھ جاتی ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ ارکانِ اسلام اور شعائرِ دین کیلئے اس سے بڑھ کر اور کون سی چیز زیادہ مہلک ہو سکتی ہے؟

غرض یہی وہ ''استبدال نعمت'' ہے جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا تھا، اللہ اور اس کے رسول کے

بتائے ہوئے طریقے پر نہ تو ہم قانع ہوئے اور نہ اس کو ہم نے کامل سمجھا، ہم نے بہت سی چیزیں شریعت میں بڑھائیں کہ شریعت کو کامل کردیں۔شریعت کی بہت سی بتائی ہوئی چیزوں کو چھوڑ کران کی جگہ دوسری شریعت تجویز کی، اگر یہود نے ''حطة'' کی جگہ ''حنطة'' کہا تھا، جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم﴾ ''ظالموں نے اس بات کو بدلا، جو ان سے کہی گئی تھی''۔تو مسلمانوں نے بہت سی باتیں جو اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے کہی تھیں، بدل دیں، زیادہ تفصیل میں نہ جائیے، اسی مسئلہ کو لے لیجئے، انبیاء کرامؑ کی یاد زندہ رکھنے کیلئے فرمایا کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں دن میں کئی مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔﴿اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم﴾ (الفاتحہ) اور یہ بتایا کہ ان کا نام زندہ رکھنے کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے ''اسوۂ حسنہ'' کی اتباع کی جائے، ان کے اخلاقِ کریمہ، خصائل حمیدہ اور اعمالِ صالحہ کی اقتدا کی جائے۔﴿قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراھیم و الذین معه﴾ (الممتحنہ:۴) ''یقیناً تمہارے لئے حضرت ابراہیم اوران لوگوں کی زندگی میں جو ان کے ساتھ ایمان کے اعلیٰ ترین مدارج میں نظر آتے ہیں، پیروی اور اتباع کیلئے بہتریں نمونہ ہے'' اور ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة﴾ (الاحزاب:۲۱) ''بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی اور اتباع کیلئے بہترین نمونہ ہے''۔لیکن بدعت پسند طبائع نے اس سچی یادگار اور حقیقی تذکار کی جگہ انسانوں کے مجسموں اور رسمی تہواروں اور تقریبوں کو اختیار کرلیا اور ﴿صراط الذین انعمت علیھم﴾ کی سعادت سے محروم ہوگئے۔سید مجدد دین اور فخر محدثین امام ابن تیمیہؒ نے ''اقتضاء'' میں میلادِ نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے کس قدر بصیرت افروز ارشاد فرمایا ہے اور اسی پر ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں:

(ترجمہ): ''مجالس میلاد کا انعقاد سلف سے قطعاً ثابت نہیں، باوجود یہ کہ کوئی مانع موجود نہ تھا بلکہ اس کے مقتضیات موجود تھے، اگر یہ محض خیر و بھلائی یا راجح بسوئے خیر و برکت ہوتیں تو سلف ہم سے زیادہ اس کے مستحق تھے، وہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و محبت کرنے والے تھے، اور وہ ہم سے کہیں زیادہ نیکی کے خواہشمند تھے، اصل بات یہ ہے کہ آپ کی تعظیم و محبت کی صحیح صورت یہی ہے کہ آپ کے ارشادات کی تعمیل کی جائے، آپ کی سنتوں کو زندہ کیا جائے، پوشیدہ اور اعلانیہ۔آپ کی تعلیمات کی دنیا میں اشاعت کی جائے اور منکرات سے روکنے کیلئے دل، زبان اور ہاتھ سے جہاد کیا جائے، پس یہی طریقہ مرضیہ ان مہاجرین وانصار کا ہے جو سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے اور اسی طرح ان لوگوں کا جو ان کے ٹھیک متبع اور پیروکار تھے''۔